مثنوی

اسرارِ مستی

از

سید ضامن حسین گویا

تلمیذ

حضرت حافظ پیلی بھیتی

مطبوعہ گلشن ابراہیم پریس امین آباد لکھنؤ

محمد ابراہیم پرنٹر

بنام او کہ او نامے ندارد
بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد

حامداً و مصلیاً

دیباچہ

دیکھیے تو اُردو شاعری کیا ہے؟ "ایک سطحی خیالات کا آئینہ، یا تاثرات حسن و عشق کا مرقع، جسمیں اب کچھ نئی اور غیر مانوس صورتیں بھی نظر آتی ہیں جنھیں پولیٹکل اور نیچرل احساسات کے نقوش کہتے ہیں۔

اُردو کی ترقی تو یہ چاہتی ہے کہ اُس کا ادبی درجہ معراج کمال حاصل کرے، علمی خزانہ جواہراتِ علم سے مالامال ہو جائے، نثر و نظم میں ایسی کتابیں ترجمہ، تالیف، اور تصنیف ہوں، جنکا مذاق علمی ہو، جنکا ادبی درجہ بلند ہو، کیونکہ کوئی

زبان خالی گل وبلبل کے فسانوں، یا مناظر کی حکایتوں کی وجہ سے علمی زبان شمار نہیں کی جا سکتی۔ دور حاضر میں کچھ کتابیں ضرور ایسی ترجمہ اور تالیف ہوئی ہیں، جو ضرورت پر نظر کرتے ہوئے نہایت مفید اور کارآمد ہیں، مگر وہ سب کی سب نثر ہی میں ہیں۔ حالانکہ یہ مسلّم ہے کہ نظم میں نثر سے کہیں زیادہ دلکشی ہوتی ہے، اسلیے نثر سے زیادہ نظم کے ذریعہ سے علمی مذاق کی اشاعت ہو سکتی تھی، (گویہ سچ ہے کہ جو گہرے خیالات نثر میں مشکل سے ادا کیے جا سکتے ہیں وہ نظم میں تو نہایت ہی دشواری سے ادا ہو سکتے ہیں، مگر ساتھ ہی اسکے جب ایکدفعہ ادا ہو جاتے ہیں تو نشتر اور خنجر نہیں، سحر اور طلسم کا کام کر جاتے ہیں، دلوں میں اُتر جانا، دلوں کا تسخیر کر لینا تو ایک ادنیٰ سی بات ہے، یہی وجہ ہے کہ اقوال حکیمانہ سے زیادہ اشعارِ حکیمانہ ہی دردِ زبان پائے جاتے ہیں) مگر اب تک کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی۔

میرے خیال میں کوئی اردو مثنوی بھی حسن وعشق کے رنگ کو چھوڑ کر علمی
مذاق کی نہیں۔ اسکو اردو زباں کی بد قسمتی کہیے یا شعراء اردو کا فقدانِ ذوقِ علمی۔
اسی قسم کے خیالات تھے جو "مثنوی اسرارِ ہستی" کی تصنیف کا سبب ہوئے
اِسی قسم کے جذبات تھے جنھوں نے ابھارا وہ دلی احساسات ہی تھے جنھوں نے
ہمت بندھائی، ورنہ کہاں میری زبان اور کہاں بیانِ اسرارِ ہستی، چھوٹا
منھ بڑی بات ہی، خدا کی شان، میں اور راہِ حقیقت، میں تو کیا ہوں، یہ
وہ راستا ہی جسمیں بڑے بڑے علم وخرد والے گمراہ ہوگئے، منزل تک
رسائی نہونا تھی، نہوی۔ جنونِ طلب دیکھیے کہ میں ہوں اور راہ حقیقت
ہی، یا ہادی زبان پہ ہی، نگاہ آسمان پہ ہی، خدا کا کرم ہی خضرِ طریقت ہی،
مشعلِ راہ اُسی کی عنایت ہی، کیا عجب کہ مجھ سا گمراہ راہ پائے، اور منزلِ
مقصود تک پہونچ جائے۔

میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ تصنیف اُس کمی کو جو اردو زبان میں علمی فوق کی ہی پورا

کر سکتی ہی، کیونکہ یہ کام کسی ایک چھوٹی بڑی، اچھی بُری، یا مکمل غیر مکمل علمی مذاق

کی نظم کا نہیں بلکہ ہزاروں کا ہی، ہاں یہ ہو سکتا ہی کہ یہ مثنوی اس قسم کی تصانیف

کے لیے محرک ہو سکے، اور اگر یہ مذاق پھیل جاے تو رفتہ رفتہ اردو نظم میں

جو علمی ذوق کی کمی ہی پوری ہو سکتی ہی۔

مجھے اس کی بہت کم اُمید ہی کہ وہ لوگ جو آئینہ نظم میں طرف معشوق کے خط و خال

ہی کو دیکھنا چاہتے ہیں اس مثنوی سے کچھ محظوظ ہونگے، البتہ علم دوست حضرات

سے یہ توقع بیجا نہو گی کہ وہ نظرِ غائر سے دیکھکر فیصلہ کریں کہ مصنّف اپنے خیالات

کو کہانتک نظم میں اور نظم کے سادہ پیرائے میں ادا کر سکا ہی۔

ضامن حسین ولد سید مشرف حسین صاحب ضامن مرحوم جہان آبادی

بصائر

صبح کا منظر	چمن میں ہے کیا بہار دیکھو	چمن ہے کیا لالہ زار دیکھو
	نکلتی ہے دل سے خود بخود واہ	زباں کہتی ہے اللہ اللہ
	وہ خوشنوا ہیں طیور گویا	وہ پیارا پیارا ہے اُن کا نغمہ
	کہ محو ہو جائے سننے والا	رہے نہ کچھ ہوش تن بدن کا
	گلوں کو ہے وجد، کیفیت ہے	شجر نہ کیوں چپ ہوں محویت ہے
	یہ پھول پتّے مہکنے والے	یہ بیل بوٹے طرح طرح کے
	کھلائے کس نے، اگائے کس نے	دکھائے کس نے، سنگھائے کس نے؟
	یہ چھوٹی چڑیاں چہکنے والی	وہ ننھی کلیاں مہکنے والی
	چہک رہی ہیں، مہک رہی ہیں	پھدک رہی ہیں، چٹک رہی ہیں

	کھلائے کس نے دلوں کے غنچے،	دکھائے کس نے سحر کے جلوے؟
آفاق اور انفس	یہ چاند سورج چمکتے تارے	دمکتے انوار کہکشاں کے
	چراغ روشن ہیں یہ کسی کے،	کہ گل کھلائے ہیں چاندنی کے؟
	تمام دنیا، جہان کیا ہے،	زمین کیا، آسمان کیا ہے؟
	مکین کیا ہے، مکان کیا ہے،	یہ جسم کیا شی ہے، جان کیا ہے؟
	ظہور ہے کس کی قدرتوں کا،	یہ نور ہے کس کی قدرتوں کا؟
	یہ روشنی خود ہی کہ رہی ہے	"کہ شمعِ بزمِ جہان کوئی ہے"
تتلی	لو اور تو اور چھوٹی تتلی	بلا کی ہے چلتی پھرتی پتلی
	قرار اسکو کہیں نہیں ہے	ابھی کہیں تھی، ابھی کہیں ہے
	فدا ہے گل پر یہ بات کیا ہے،	یہ تاک کیا ہے، یہ گھات کیا ہے؟
	کہ گرد پھر پھر کے گھومتی ہے	ہے سر میں چکر کہ پھر رہی ہے؟

	جبھی ہے تتلی نثار گل پر	کہ گل بھی ہے پھول کا سا ساغر
	وہ روح گل کی اُڑا ہی دیکھو	وہ گل کا ساغر لگایا منہ کو
	چھلکتا ہی لالے کا پیالہ	کہ گل کے ساغر کا ظرف ہی کیا
	نسیم نے کچھ بہار لوٹی	اڑا ہی گلشن میں روح گل کی
	رہی سہی تھی جو پھول کی بو	اڑا لی تتلی نے پا کے قابو
	پری تھی گل میں شرابِ نکہت	بھری تھی گل میں شرابِ نکہت
	کہاں وہ گل کی شگفتگی اب	کہ روح کیساتھ اڑ گئی سب
	حیات پائی ہے جنہ نے گل کی	کہاں گئی اور روح گل کی
پتنگے	یہ شمع سوزاں کا ہے کرشمہ	ہے سوختہ جاں ہر اک پتنگا؟
	فدائے آتش ہے جان و دل سے	کہ عشق ہے سوزِ مشتعل سے
	پتنگے کیوں گرتے روشنی پر	فدا ہے کوئی تو کیوں کسی پر؟

"ہر جانِ الفت ازل سے دل ہی — پڑی ہے الفت میں جان دل کی

ازل سے ہے عاشقِ محبت — پڑی ہے گھٹی میں دل کی الفت

ہر ایک دل کو یہی بلا ہے — ازل سے ہر جان مبتلا ہے

وہ تتلی ہو یا کوئی پتنگا — جمالِ مطلق کے سب ہیں شیدا

جمیل ہے کون شمع و گل میں، — شکیل ہے کون شمع و گل میں؟

بطوں کے بچے

بطوں کے بچوں کو دیکھیے تو — یہ پیرنا کیونکر آیا اُن کو

ہوے ہیں سیکھے سکھائے پیدا — ہے کوئی اُن کا سکھانے والا؟

بیا

بئے نے وہ گھونسلا بنایا — کہ دیکھ کر جسکو ہے اچنبھا

بئے سے کچھ کم نہ انکو سمجھو

شہد کی مکھیاں

وہ شہد کی مکھیاں ہیں دیکھو — بئے سے کچھ کم نہ انکو سمجھو

وہ گھر کے خانے بناتی ہیں یہ — کہ ہندسی کو سکھاتی ہیں یہ

سکھانے والا ہے کون ان کا — سکھانے والا کوئی تو ہوگا؟"

آغاز مثنوی

چلو کہ ساغر بکف ہے ساقی
کہو کہ اب بھی ہوس ہے باقی

ہیں وجد میں خود ہی جام و ساغر
ہے رقص میں خود ہی انکو چکر

جہان سارا ہی میکدہ ہے
نہ دل اکیلا ہی میکدہ ہے

یہ کون جلوہ دکھا رہا ہے
یہ کون پردہ اُٹھا رہا ہے

نہیں ہے کچھ قیس ہی اکیلا
کہ جسکے دل میں ہو عشق لیلیٰ

یہاں تو مجنوں ہے ایک عالم
کسی کا مقتول ہے ایک عالم

مثال آئینہ ذرّہ ذرّہ
دکھا رہا ہے کسی کا جلوہ

تمام عالم ایک ہی ہستی کا مظہر ہے

شہود کیا ہے مشاہدہ کیا
کہ خود ہی شاہد ہے جلوہ آرا

نہ کوئی گل ہے نہ کوئی بلبل
نہ کوئی نرگس، نہ کوئی سنبل

	نہ کوئی مجنوں، نہ کوئی لیلیٰ	نہ کوئی وامق، نہ کوئی عذرا
	یہ راز در پردہ اور ہی ہے	کہ پردۂ راز میں کوئی ہے
	کوئی ہے جلوہ نما بہر رنگ	ہیں رنگ جسکے طلسمِ نیرنگ
نفی تعدد وجود یا رفعِ مغالطۂ نظر	فریب منظر ہے، شوق دیدار	کہ چشمِ ناظر ہے شعبدہ کار
	طلسم آنکھیں دکھا رہی ہیں	نگاہیں دل کو اُڑا رہی ہیں
	نظر کو اپنی خبر نہیں ہے	نگاہ پر بھی نظر نہیں ہے
	نہ سمجھ جلوے کو جلوہ آرا	نہ آئینے کو جمال والا
	جمیل جنکو سمجھ رہے ہو	تم اپنا دل جنکو دے چکے ہو
	فقط وہ تصویرِ آئنہ ہیں	فقط وہ تنویرِ آئنہ ہیں
	ہے صرف ذرّوں میں ایک پرتو	یوہیں ہے مہر اور یوہیں مہ نو
ظل اور ذی ظل ایک نہیں	نہ مہر ذرے کو سمجھے کوئی	نہ بحر قطرے کو سمجھے کوئی

ہی بحر اک بحر قطرہ قطرہ — ہی مہر اک مہر، ذرہ ذرّہ

اسے فنا ہی اُسے بقا ہی — کہ بندہ، بندہ، خدا، خدا ہی

قمر کا جلوہ قمر نہیں ہی — نظر جو آئے نظر نہیں ہی

یہاں ہی پرتو قمر وہاں ہی — کہاں ہیں آنکھیں، نظر کہاں ہی

انسان کو حقیقت کا کماحقہ علم نہیں

ہی بات تو یہ کہ ذرّہ ذرّہ — دکھا رہا ہی عجب تماشا

طلسم ہی کائناتِ ہستی — خیالی و وہمی و مثالی

نہ کیوں ہو حیرت سے آئنہ ہم — طلسمِ حیرت ہی ایک عالم

کسے خبر ہی کہ بود کیا ہی — طلسمِ نقش و نمود کیا ہی؟

شہود کیا ہی، وجود کیا ہی — یہ بود کیا ہی، نمود کیا ہی؟

وجود کس کا ہی فی الحقیقت — یہ کیا ہیں نقش و نگار و صورت؟

کھُلا نہ اب تک یہ پردۂ راز — کہ کس کا پردہ ہی پردۂ ساز؟

کوئی نہ سمجھا کہ کیا ہی ہستی	یہ کیوں ہی ہستی ہیں خود پرستی
یہ روح کیا ہی، یہ مادہ کیا	بتائے تو یہ "میں" (انا) کیا
یہ کیا تماشا[ع۵] ہی دیکھیے تو	نظر جو آتا ہی ہر کسیکو
سمجھ میں آیا بتائیے تو	نظر میں آیا دکھائیے تو
سمجھ چکے آپ کیجیے غور	سمجھ گئے، غور کیجیے اور
نہ کوئی دیکھا سمجھنے والا	سمجھنے والا نہ کوئی سمجھا
ہزار منہ میں ہزار باتیں	عجب تماشا ہی کیا بتائیں
کسی کے نزدیک اصل کچھ ہی	کسیکا ادراکِ عقل کچھ ہی
جدا جدا ہی خیال گویا	کسی کا کچھ ہی تو کچھ کسی کا
مگر ہیں اُن میں سے چند مشہور	جو مثنوی میں ہوے ہیں مذکور

ع۵ - یعنی تماشا گاہِ عالم

سوال یہ ہی کہ کیا ہی عالم؟ — حقیقتِ کون کیا ہی؟ ہمدم!

حقیقی ہستی ہی کس کی ہستی؟ — حقیقی ہستی کے کیا ہیں معنی؟

جواب ہیں اس سوال کے چند — لکھے ہیں خامے نے جو قلمبند

مذہب توحید

یا

وحدانیّت

بھٹک اے عقل ہوش میں آ — بیان توحید کا ہی کرنا

نہیں ہی مدہوشیوں کا اب کام — حرم میں کیا ذکرِ شیشہ و جام

کہا موحّد نے اک خدا ہی — خدا ہی قدرت دکھا رہا ہی

اُسی کی قدرت ہی آشکارا — اُسی کی خلقت، جہان سارا

وہی احد ہی، وہی صمد ہی — نہ ہی وہ والد، نہ وہ ولد ہی

مصنف

ہی ایک مخلوق کیا، ہی عالم
کہ ممکن و ماسوٰی ہی عالم

نہ کوئی ممکن کی ہی حقیقت
نہ ذاتِ واجب سے اُسکو نسبت

زمین کو کیا فلک سے نسبت
کہاں یہ پستی، کہاں وہ رفعت

جہان حادث، قدیم ہی وہ
علیم ہی وہ، حکیم ہی وہ

حدوثِ نفسِ[1] وجودِ عالم*
نہ ہی محقق نہ ہی مسلم

فقط ہی حادث نمودِ عالم[2]
اسی کو ہی انقلاب پیہم

وحدت وجود

شرابِ وحدت کا دور ہی اب
زبانوں پر اور راز ہی اب

خودی گئی بیخودی جو چھائی
شمار میں پھر دوئی نہ آئی

شراب و مینا و جام و ساغر
کسی کا جلوہ ہی، روح پرور

کہا کسی نے ہی ایک ہستی
ہی ایک ہستی فقط حقیقی

[1] نفسِ وجودِ عالم۔ حقیقتِ عالم [2] نمودِ عالم۔ مظاہرِ حقیقتِ عالم۔

* [illegible]

نہیں ہے عالم میں کچھ، مگر وہ | نہو یہ عالم، نہ ہو اگر وہ

وجود وحدت ہے فی الحقیقت | اگرچہ ظاہر ظہور کثرت

یہ نور، جلوہ نمائی اُس کی[ع] | ظہور، پردہ کشائی اُس کی

تمام عالم میں نور اُس کا | تمام عالم ظہور اُس کا

وہی عرض ہے، وہی ہے جوہر | وہی نظر ہے، وہی ہے منظر

وہی ہے قوت، وہی طبیعت | وہی ہیولی، وہی ہے صورت

وہی ہے صورت میں حسنِ صورت | گلوں میں رنگت، دلوں میں الفت

مشامِ جاں میں اُسی کی بو ہے | چمن چمن میں وہ ناز بو ہے

اُسی کے دم سے یہ دم قدم ہے | نہیں تو کیا یہ عدم قدم ہے

ظہور اُس کا اگر نہ ہوتا | تو کوئی کثرت نگر نہ ہوتا

ظہور وجہ بقائے عالم | خفا ہے وجہِ فنائے عالم

ع یعنی وجود کی

وہ شمعِ جلوت، ضیائے کثرت — وہ نورِ خلوت، شعاعِ وحدت

وہ قطرے قطرے میں ایک دریا — وہ ذرّے ذرّے میں مہر آسا

وہ مثل و تشبیہ سے منزّہ — مثال اپنی ہی آپ یکتا

وہ سب میں لیکن جدا ہی سب سے — جدا ہی سب سے ملا ہی سب سے

وہ ہر جگہ ہی، کہیں نہیں ہی — نہیں کہاں ہی وہ سب کہیں ہی

وجوب و امکاں عرض اُسی کے — یہ دو عرض ہیں وجود ہی کے

وجود ممکن کے جو ہیں اقسام — بجز عرض کے ہیں نام ہی نام

وہ کیف و کم ہو کہ وضع و ہیئت — وہ نفس و قوّت کہ شکل و صورت

وہ جوہرِ جسم، جسم جوہر — کہ جوہر روح قسمِ جوہر

یہ جنس کیا ہی، یہ فصل کیا ہی — یہ نوع کیا شی ہی- فرد کیا شے

جماد کیا ہی نبات کیا ہی — یہ روح وجہِ حیات کیا ہی

یہ نوعِ حیوان، یہ نوعِ انسان — جو حسّ و جاں میں ہیں دونوں یکساں
غرض اُسی کے ہیں فی الحقیقت — یہ جسقدر ہیں نقوشِ فطرت
عرض کا کوئی وجود بھی ہو — عرض کی کوئی نمود بھی ہو
نمود ایک ہی وجود کی ہے — نمود میں بود ایک ہی ہے
نمود کی کوئی بود بھی ہے — کہ اصل ہستی وجود کی ہے
وجود کی کس طرح ہو تعریف — وجود کی کس طرح ہو توصیف
عموم میں سب سے عام تر وہ — خصوص میں خاص ہے اگر وہ
یہ جنس بھی، فصل بھی وہی ہے — کہ نوع کی اصل بھی وہی ہے
مصنف: کوئی ہو، کثرت کو دیکھتے ہیں — سمجھ میں وحدت نہ آئے پھر بھی
یہی کہے گا جو با نظر ہے — کوئی ہو اس پردے میں، مگر ہے
مگر ہے مشکل تو یہ سمجھنا — کہ روح ہی نفس مادّے کا ع

ع۔ یعنی یہ کہ ایک غیر مادّی ہستی عالمِ مادی کی اصل ہے۔

تصوّریت
یا
سوفسطائیت

خیال بزمِ خیال کا ہے
کہ شوق سیرِ جمال کا ہے

خیال اعلیٰ! بلند پرواز
ہے فکر سے اونچی محفلِ راز

کہا کسی نے خیال ہے سب
خیال ہی کی مثال ہے سب

نہیں یہ عالم، مگر تصوّر
نہیں ہیں کچھ ہم، مگر تصوّر

تمام وہم و خیال ہے یہ
محل نہ ہے یہ، نہ حال ہے یہ

نظر کی حس ہے نظر جو آئے
زمانہ صورت کوئی دکھائے

نہ کچھ ہے سردی، نہ کچھ ہے گرمی
نہ کچھ ہے سختی، نہ کچھ ہے نرمی

نہ کچھ ہے مقدار اور جسامت
ہے صرف احساسِ لمس، حضرت

نہ کچھ ہے کڑوا نہ کچھ ہے میٹھا
زبان کی حس ہے ذائقہ کیا

کہیں نہ نغمے نہ چہچہے ہیں
که خود بخود کان بج رہے ہیں

ہماری حس ہی کوئی ہو آواز
فقط سماعت ہی نغمہ ساز

ہی اصل خوشبو خیال خوشبو
نظر سلامت چمن ہی ہر سو

کہ بو ہی کیا چیز سونگھنا ہی
نہ سونگھے کوئی تو بو ہوا ہی

نرا تخیل ہی مادہ کیا
فقط تصور میں ہی ہیولیٰ

ہی مثلِ تصویر ہر تصوُّر
ہی ایک تحریمہ ہر تصوُّر

کوئی تصوُّر جو ہی مصوَّر
ہی اُسکی نقاش روح برتر

نہیں ہی خارج میں کوئی بھی شے
فقط تصوّر ہمارا ہی ہی

ایک سوال

بتائے تو اگر نہوں ہم
تو فی تحقیقت نہو گا عالم؟

جو حس میں آئے وہی ہی موجود
نہ ہو جو محسوس وہ ہی نابود؟

مادیّت

یا

دہریّت

کہاں ہے کوئی بتِ مجسّم
ہے ختم جس پر خودی کا عالم

جہاں اک بت کا آئنہ ہے
جبھی تو عالم مجسّمہ ہے

کسی کے نزدیک مادّے کا
مجسّمہ ہے ہر ایک ذرّہ

تمام عالم ہے اک ہیولیٰ
یہ ہستی اک مادی تماشا

تمام عالم کو ای بڑاور
بنایا ذرّوں نے مل ملا کر

بنایا عالم کو رفتہ رفتہ
سبق تھا ذرّوں کو ارتقا کا

ترقی عالم کی اور کیا ہے
نظیرِ قانونِ ارتقا ہے

غرض کہ ہے مادّہ ہی سب کچھ
کہ ہے مادی ارتقا ہی سب کچھ

ایک سوال

نہیں ہے کچھ اور آشکارا ۔ فقط کرشمہ ہے مادّے کا
جہان کی ابتدا نہیں ہے ۔ کہ مادّے کو فنا نہیں ہے
فنا ہے جنکو وہ صورتیں ہیں، ۔ کہ دیکھنے ہی کی مورتیں ہیں
بدلتے رہنا لباس اپنا ۔ ہے ایک دستور مادّے کا
اگر ہیں ہم مادہ مجسم ۔ تو کیوں سمجھتے ہیں ہم کہ ہیں ہم؟
سمجھ ہے تم ہیں، نہیں بتاؤ ۔ سمجھ سے کیا کام مادّے کو؟

ثنویّت

یعنی

وہ مسلک جس میں دو ہستیوں کو اصل کائنات سمجھا جاتا ہے

دماغ میں پھر خودی سمائی ۔ نگاہوں نے پھر دوئی دکھائی
کہاں ہے اب رنگِ رنگِ وحدت ۔ کہ ہوش آتے ہی اڑ گیا سب

چھائی کثرت

	کہا کسی نے یہ اصلیت ہے	نہیں ہے توحید تثنیت ہے
	تجلی ہے مادّے میں روحی	ہے روح کیساتھ مادہ بھی
	ازل سے دونوں ہیں غیر فانی	کہ ہستی ہے دونوں کی دوامی
	نہیں ہے کچھ جان مادّے میں	ہے روح انجان مادے میں
	یہ عقل کیا ہے؟ اُسی کا جلوہ	اُسی کا جلوہ ہے جلوہ جلوہ
	ہے گفتگو کیا؟ کلام اُس کا	کہ نفس ہے نطق کا وہ گویا
	یہی تو ہستی کی اصلیت ہے	کہ اصل ہستی کی تثنیت ہے
ایک سوال	یہ مادّے میں ہے روح کیسی؟	کہ روح تو ضد ہے مادّے کی
	نہیں ہے اس میں کلام گویا	"وہ کہ روح ہے مادّے میں پیدا"

یعنی روح کا

تثلیث

تثلیث سے وہ مذہب مراد ہے جسمیں مادہ روح اور خدا تینوں مشترکاً اصل کائنات سمجھے جاتے ہیں

کدھر ہیں تثلیث کے ثنا خواں — جنھیں ہے تثلیث جزوِ ایماں
بہار و ابر و جمالِ ساقی — ہیں تین اجزائے مے پرستی
کہیں یہ ہستی کا فلسفہ ہے — کہ مادہ، روح اور خدا ہے
بجائے خود ہیں قدیم تینوں — شریک تینوں، سہیم تینوں
انھیں کی ترکیب کا نتیجہ — بشکلِ مخلوق ہے ہویدا
نہ اُن میں یوں اتحاد ہوتا — نہ حشرِ کون و فساد ہوتا
اگر ہو اُن میں سے ایک برہم — رہے نہ پھر یہ نظامِ عالم
(قابلِ توجہ) سمجھیے یہ فلسفہ ہے معقول — کہ علتیں تین، ایک معلول
کسے نہ ہوگی یہ سنکے حیرت — کہ تامہ ہے ہر ایک علت
اگرچہ معلول ایک ہی ہے — (تمام عالم ہے ایک ہی شے)

تبصرہ

یہ چند مسلک ہیں اصل مذہب
ہیں شاخ در شاخ اور مشرب

اگر ہوں بالفرض سب یہ سچّے
تو صرف اِس کے یہی ہوں معنے
تو حرف معنی یہی ہوں اِس کے

کہ رات اور دن ہیں ایک ہی شے
یہ نور و ظلمت بھی ایک ہی ہے

ہوی، نہ ہو گی کبھی کسی کی
تسلّی، ان باتوں سے کبھی بھی

نہ ایسی باتوں سے ہو تشفی
نہ خالی باتوں سے ہو تسلّی

ہر اب کو آب کون سمجھے
پھرے ہیں پیاسے سمجھنے والے

ہو کرمِ شب تاب شعلِ راہ
دکھائے آئنہ مہر کو ماہ

بھی تو نقشہ ہی فلسفے کا
ہے ایک آئنہ دیکھنے کا

جو دیکھو صورت تو بے جِلا ہے
نہ دیکھو صورت تو آئنہ ہے

اُٹھاؤ اُمّید فلسفے سے
پڑو نہ چکر میں فلسفے کے

اگر حقیقت کی جستجو ہے
اگر حقیقت کی آرزو ہے

اگر ہو طالب تو غم نہ کھاؤ
رہِ طلب میں قدم بڑھاؤ

حقیقت شناسی وجدان ہی سے کچھ ہو سکتی ہی

اگر ہو گمراہ راہ پوچھو
کہ مشعلِ راہ خود تمھیں ہو

تلاش میں تم کہیں نہ بھٹکو
نگاہ میں خار کی نہ کھٹکو

نہ دشتِ پر خار سے تمھیں کام
نہ راہِ دشوار سے تمھیں کام

تمھاری منزل ہی وہ، نہیں دور
تمھارا جو دل ہی وہ نہیں دور

ہی شمعِ عرفاں تمھارا وجدان
ہی نورِ ایماں تمھارا وجدان

تمھارا وجدان، حاسّہ ہی
وہ حاسّہ کیا ہی آئنہ ہی

یہ دل ہی کیا چیز؟ "ہستی حاس"
یہی ہی مدرک یہی ہی حاسّ

اگر حقیقت کی جستجو ہی
تو دیکھو آئنہ روبرو ہی

تمھارا دل ہی تو آئنہ ہی
تمھاری نظروں کو کیا ہوا ہی

کسی کا آزار بھی تمھیں ہی
کہ شوق دیدار ہی تمھیں ہی

نگاہِ موسیٰ کرو تو پیدا
نہ دیکھو جلوہ تو بات ہی کیا

اگر بصیرت ہو جان و دل میں
تو دیکھے انوار آب و گل میں

جلا تو دل کے آئینے کو
ہی آئنہ پر غبار دیکھو

غبارِ دل ہی خودی ہماری
یہی خودی ہی بدی ہماری

نہ کیوں ہو پھر آئنہ مکدّر
کہ چھا گیا ہی غبار دل پر

جلا دو دل کو، جلا دو دل کو
ہی زیست دل کی جلا میں دیکھو

جو دل ہی روشن وہی ہی زندہ
جو آنکھ دیکھے وہی ہی بینا

ضیائے وجداں ہیں اچھے اخلاق
جلائے ایماں ہیں اچھے اخلاق

کرو تو وجداں کو منوّر
کرو تو ایماں کو منوّر

برے اخلاق
ہی غبار
آئنہ
وجداں ہیں

کرو تو اعمال بد سے توبہ — کرو تو افعالِ بد سے توبہ

کرو تو ایثار سے محبت — بنو تو ہمدردِ خلق و ملّت

کرو تو نفسِ لعیں کو قربان — یہ ایک ہی خود غرض ہے شیطان

فدائے صدق و صفا تو ہو تم — صفا کو دل میں جگہ تو دو تم

جبھی تو آنکھیں کھلینگی دل کی — جبھی تو دیکھو گے اصل اپنی

ہے خود شناسی خدا شناسی — خودی کے پردے میں ہے خدائی

وجدانی باتیں

جو اپنی محرومی پر نظر کی — تو دل بھر آیا نظر کا خود ہی

گھٹائیں اٹھکر برس رہی ہیں — نگاہیں کیا کیا ترس رہی ہیں

پھٹے جو بادل تو دھوپ نکلے — کہ نکلیں ارمان کچھ تو دل کے

وہ چمکا سورج، وہ دھوپ نکلی — دکھائی دینا جلانے دل کی

ہوا ہے کچھ کم غبارِ دل کا — اثر ہے گریے نے کچھ دکھایا
ہوئی جو کچھ دل میں روشنی سی — ہوئی بصیرت میں کچھ ترقی
نظر ہوئی تو نظر یہ آیا — خبر ہوئی تو یہ دیکھا پایا
مجسّم پیچ و تاب ہیں ہم — مرقّعِ انقلابِ عالم
کبھی ہے غم تو، کبھی مسرت — کبھی ہے کلفت، کبھی ہے راحت
ابھی ابھی چاندنی تھی چھٹکی — ابھی ہے چھائی ہوئی اندھیری
ابھی تو ہم تھے خوشی میں بیٹھے — کہ رو پڑے خود ہی ہنستے ہنستے
کبھی ہے ہنسنا کبھی ہے رونا — یہ رونا، ہنسنا ہے یا تماشا
یہ درد، دکھ، غم، ملال آلام — یہ چین، سکھ، کل، سکوں، آرام
دکھاتے ہیں انقلاب دل کے — بڑھاتے ہیں پیچ و تابِ دل کے
غرض کہ عالم کا ذرّہ ذرّہ — حدوثِ فانی کا ہے نمونہ

جستجوئے حقیقت

خیال یہ خود بخود ہی ہوتا — کہ فی الحقیقت ہی ماجرا کیا
یہ نت نئے انقلاب کیا ہیں؟ — زمانے کے پیچ و تاب کیا ہیں؟
ہی خود بخود ہی یہ حشر برپا؟ — یہ کیسا ہنگامہ ہی حشر کا؟
تمام عالم ہی آپ ہی آپ؟ — یہ کیف اور کم ہی آپ ہی آپ؟
"نہیں نہیں خود بخود نہیں ہی" — "ہوی بھی ہی خود بخود کوئی شے"
یہ حسنِ ترتیبِ عام عالم — عجیب نظم و نظامِ عالم
کسی کے نزدیک آپ ہی ہی — کہ خود بخود بات بن گئی ہی
ہی منتظم تو یہ عالم کون — مگر ہی در پردہ منتظم کون؟
زبانوں پہ ہی فسانہ کس کا — ترانہ زن ہی زمانہ کس کا؟
یہ کس سے پوچھیں کہ کیا ہی قصہ — ہی کس کا دیر و حرم میں چرچا؟
یہ جلوہ کس کا ہی آب و گل میں؟ — یہ نور کس کا ہی جان و دل میں؟

	بتانے والا ہی کون اے دل	سوال ہی سہل، حل ہی مشکل
تاروں سے خطاب	کہو تمھیں اے فلک کے تارو	بلندیوں پر چمکنے والو
	چمکنے والو، دمکنے والو	بتاؤ چشمِ فلک کے تارو
	تمھارے پیکر ہیں پیکرِ نور،	کہو تو ہی کون چشم بد دور؟
	بتاؤ کیا ہی یہ بزمِ انجم،	کہو تو کس کے ہو آئنے تم؟
	ہی مہر بھی میکدہ کا ساغر،	اِسے ہی دن رات کیسا چکر؟
	قمر ہی روشن چراغ کس کا،	قمر کے دل میں ہی داغ کس کا؟
	سڑک ہی تاروں کی کہکشاں کیا،	یہ شب کو چلتا ہی کارواں کیا؟
	قمر کی منزل ہی کس کی محفل،	تمھارا گھر کس قمر کی منزل؟
	بتاؤ کچھ تو یہ راز کیا ہی،	فلک کے پردے میں جو چھپا ہی؟
کلیوں پھولوں سے خطاب	قسم ہی غنچو! تمھیں کہ بولو	خموش کیوں ہو زبان کھولو

دکھا رہے ہو فقط ہمیں کو — کہ ایک تصویر خاموشی ہو

نسیم آئے تو مسکراؤ — نئے خیاباں ہیں گل کھلاؤ

نہ رنگ لاؤ چٹکنے والو — تو مسکرا دو، نہ منھ پھلاؤ

سنو تو کہنا کبھی کسی کا — کہو تو کچھ راز خامشی کا

بسی ہی تم ہیں یہ کس کی خوشبو، — ہی گل کے پیکر ہیں کون گلرو؟

یہ کس سے پوچھیں بہار کیا ہی — یہ فصلِ گل کا سنگھار کیا ہی

بتائے لالہ کہ داغ ہی کون؟ — گلوں سے پوچھو کہ باغ ہی کون؟

غریب نرگس کو کیا ہوا ہی؟ — کہ ایک بیمار چشم وا ہی

یہ راستا کس کا تاک رہی ہی — کہ پیکرِ شوق بن گئی ہی؟

بہارِ بستاں فدا ہی گل پر — چمن غضب کا کھلا ہی گل پر

یہ رنگ گل کا، یہ خو، یہ بو، ہی — وہ پھر بھی پھولوں میں سُرخ رو ہی

نئی نئی رنگتوں کے گُل ہیں
وہ لال گُل ہے، تو وہ بسنتی
لباس ہے کونپلوں کا لاکھی
دماغ ہے تازہ ہر کلی کا
یہ بنّا بنّا، یہ ڈالی ڈالی
جمال کس کا دکھا رہی ہے؟
کوئی تو مالی ہے اس چمن کا؟
ہے بزم تصویر یا چمن ہے
چمن کی تصویر کہ رہی ہے
ہوا چمن کی یہ کہ رہی ہے — ہوائے عالم
چمن بھی آخر ہے اک چمن ہی

نئی نئی صورتوں کے گُل ہیں
وہ بیجنی ہے تو وہ کپ سی
ہری ہری پتیوں کی وردی
چٹک ہے آوازہ ہر کلی کا
یہ غنچہ غنچہ، یہ بالی بالی
کمال کس کا دکھا رہی ہے؟
کوئی تو والی ہے اس چمن کا؟
زبان ہر گُل کی بے دہن ہے
"کہ میرا نقاش بھی کوئی ہے"
ہوا زمانے کی اُڑ رہی ہے
ہوا ہے آخر ہوا چمن کی

تغیرِ عالم اور تجددِ امثال

بہار ہو کر، خزاں نہ ہونا — ہی آگ لگ کر دھواں نہ ہونا
ہوائے بستاں رواں ہی — کہ بہتا پانی یہاں وہاں ہی
یہاں ہی ہر رنگ اسطرح کا — ابھی نہیں ہی ابھی ابھی تھا
نہیں ہی گل ہی کیساتھ کانٹا — کہ غم ہی ہر خار کو خلش کا
نظامِ عالم مگر یونہیں ہی — قرار بیچین کو نہیں ہی
عجب تغیر کا سلسلہ ہی — کہ جو برابر لگا ہوا ہی
زمانہ سچ مچ ہی ایک نئی شے — گھڑی میں کچھ ہی گھڑی میں کچھ ہی
بدلتا رہتا ہی ذرّہ ذرّہ — تمام عالم کا نقشہ نقشہ
ابھی جو عالم تھا اب نہیں وہ — نہیں ہی کچھ شک، نہیں ہیں وہ
ہی کیا تغیر کا دور گویا — ہر اک تسلسل فنا، بقا کا
گھڑی گھڑی صورتیں بدلنا — کسی مغیّر کا ہی کرشمہ

غایت انقلاب عالم

فساد میں اتحاد دیکھو
نظام کون و فساد دیکھو

خیال تجھکو یہی ہی ہمدم
وہی تو عالم ہی اور وہی ہم

فریب منظر ہی یہ[۱] تصور
ہمیشہ عالم کو ہی تغیر

ابھی جو عالم تھا وہ کہیں ہی
مثال اوسکی ہی وہ نہیں ہی

یہی ہی امثال کا تجدد
یونہیں ہی احوال کا تجدد

بتاؤ اِس کا جواب کیا ہی
کہ غایت انقلاب کیا ہی؟

ہی غایت انقلاب پیہم
بقائے عالم، قیام عالم،،

سمجھتے ہو انقلاب کیا ہی
نظام عالم کا اقتضا ہی

تغیر ہی میں بقا ہی اُسکی[۲]
ہی اُس کا یہ خاصۂ طبیعی

---

۱ کہ عالم وہی ہی۔ ۲ یعنی عالم کی

غایت قیام عالم	قیامِ عالم کی پوچھو غایت	ہی اس سے کیا مدعائے فطرت
	بقائے انساں ہی اسکی غایت	یہی تو ہی مدعائے فطرت
مدعائے بقائے انساں	تمیز و ادراک و علم و عرفاں	ہی مدعائے بقائے انساں
	تمام عالم ہی درسِ فطرت	ہی درس فطرت ہی درس عبرت
	مرادِ فطرت ہماری تعلیم	تمیز کرنا ہی فطری تعلیم
	ہی عالم اس پر دلیل و حجت	ہمیں ہی جس پر دلیل و حجت
	کہاں ہمیں اسقدر بصیرت	جو سمجھیں ہم انتہائے غایت
	مگر ہی ہر حال یہ مسلّم	کوئی تماشا نہیں ہی عالم
	ضرور اسکی ہی کوئی غایت	ضرور غایت ہی بے نہایت
	حکیم ہی وہ کہ جسکی صنعت	دکھا رہی ہی کمالِ حکمت

تاریکی میں روشنی

رات کے اسرار

مُرادِ ہارے تھکوں نے پائی
خدا خدا کرکے رات آئی

یہ رات بھی ہے عجیب نعمت
کہ دور کرتی ہے دردِ کلفت

کسی کو رحمت، کسی کو زحمت
یہ وجہِ راحت، یہ وجہِ کلفت

کہیں دعائیں کہ رات گھٹ جائے
کہیں مصیبت یہ جلد کٹ جائے

کہیں دعا ہے درازیٔ شب
سحر نہ ہوتی ابھی تو یا رب

کسی کو دیکھو تو سو رہا ہے
کسی کو دیکھو تو رو رہا ہے

کہیں ستاتا ہے دردِ فرقت
کہیں بڑھاتا ہے وصل فرحت

کسیکو نعمت خموشیٔ شب
کسی کو زحمت خموشیٔ شب

کوئی عبادت میں شام ہی سے　　مزے اڑاتا ہی روز شب کے
کسی کو تنہائی اک مصیبت　　کہ اس سے بڑھتی ہی اور وحشت
گنے نہ تارے تو پھر کرے کیا　　چنے نہ تنکے تو پھر کرے کیا
کوئی بھی سمجھا کہ رات کیا ہی　　یہ کیسی ظلمت ہی بات کیا ہی

تعرف الاشیاء باضدادها

یہ شب کی ظلمت اگر نہ ہوتی　　تو نور پر بھی نظر نہ ہوتی
نہ ہوتا روشن کہ نور کیا ہی　　یہ نور وجہ ظہور کب ہی
دلیل ہی روشنی کی ظلمت　　دلیل ہی علم کی جہالت
نہیں ہی دن ہی کہ رات بھی ہی　　نہیں خموشی ہی بات بھی ہی
نہیں ہی عالم میں کوئی بھی شے　　مگر ضرور اسکی کوئی ضد ہی

خودی اور خدا

دلیلِ ہستی ہی نیستی بھی
خدا نہیں تو خودی ہی کیسی
خدا نہ ہوتا ، خودی نہوتی
خودی کے پردے ہی میں خدا ہی

خودی ہی حجّت کہ ہی خدا بھی
نہیں ہی کیا اس خودی کی ضد ہی
خودی اگر ہی تو ہی خدا بھی
فنا کے پردے ہی میں بقا ہی

منکرین کا انکار[۱]

فی الحقیقت اقرار ہی

[۱] مقر اپنے اقرار سے اور منکر اپنے انکار سے اپنی ہستی یا اپنے وجود کا ثبوت دیتے ہیں ، اور وجود فی الحقیقت ایک ہی ہی ، اسلیے منکر بھی حقیقتاً منکر نہیں اسلیے کہ اپنا اقرار کرتے ہیں اور اپنا اقرار دراصل خدا کا اقرار ہی۔

ہے اُس کا انکار عین اقرار ۔۔۔ ہے اپنا اقرار اس کا انکار

کوئی بھی اپنا نہیں ہے منکر ۔۔۔ نہ کوئی منکر، نہ کوئی کافر

بدیہی اک ہے شہود اپنا ۔۔۔ یقینی اک ہے وجود اپنا

خدا کا منکر ہے اپنا مثبت ۔۔۔ ہے اپنا مثبت، خدا کا مثبت

ثبوت ہستی ہے اُس کا انکار ۔۔۔ یہی تو انکار میں ہے اسرار یہ

ہیں ایک ہستی کے سب مظاہر ۔۔۔ کوئی ہو منکر ہو یا ہو کافر

مظاہر وجود ہی کا نام ’’عالم‘‘ ہے

وجود ہے ایک ہی تو گویا ۔۔۔ ظہور عالم میں ہے اُسی کا

وہی ہے موجود فی الحقیقت ۔۔۔ وہی ہے ظاہر بشکل کثرت

وہی ہے فانی نمود میں بود ۔۔۔ نظر اُٹھا دو وہی ہے مشہود

خدا کے اوصاف

خدا کے اوصاف کی حقیقت	کوئی سمجھ لے یہ کسکی قدرت
ہمیں جن اوصاف کی خبر ہی	ہمیں جن اوصاف پر نظر ہی
تمام کل سب ہیں اعتباری	حقیقی انکو نہ سمجھے کوئی
باعتبارِ ظہورِ عالم	سمجھ رہے ہیں صفات کو ہم
صفات اصلی کسے ہیں معلوم	کہ اعتباری ہوے ہیں معلوم
مگر یہ اسکے نہیں ہیں معنی	نہیں خدا میں صفت ہی کوئی
مراد یہ مطلب نہیں ہی حاشا	مراد یہ مقصد نہیں ہی گویا
کہا ہی ہم نے تو اعتباری	نہ فرضی انکو سمجھ لے کوئی

تنزیہ

وہ ذات واحد ہی فی الحقیقت	بلا تعین ہی جسکی وحدت

نہ جسمیں قلت، نہ جسمیں کثرت — نہ جس میں خلوت، نہ جسمیں جلوت

محل نہ ہے وہ، نہ حال ہے وہ — نہ ہے خموشی، نہ قال ہے وہ

نہ وہ عرض ہے، نہ ہے وہ جوہر — نہ مادہ ہے، نہ شکل و منظر

کسی کا معلول ہے نہ علت ع — وہ ہے مگر بے دلیل و حجت

دلائل عقلی کے اثبات پر خدا کا وجود موقوف نہیں

رسائی فہم رسا کی معلوم — کہ نارسا کی رسائی معلوم

خیال کچھ ہو مگر کہاں وہ — مثال کچھ دو مگر کہاں وہ

ظہور اُس کا ہے وہ نہیں ہے — یہ نور اُس کا ہے وہ نہیں ہے

عالم خدا کا نور و ظہور تو ہے مگر خدا نہیں

اَلعَجزُ عَنِ الاِدراکِ اِدراک

وہی ہے بینا وہی ہے دانا — نہ جس نے دیکھا نہ جس نے جانا

ع فلسفۂ تصوف میں یہ مسلم ہے کہ ذات مطلق مرتبہ احدیت میں تمامی اعتبارات سے مجرد ہے

نہ جانا جس نے کہا گھبرانا ، وہی ہے ناداں بنے جو دانا
سمجھ میں آئے نہ بھید اُسکے نہ راز اسکے کھُلے کسی سے
کہا ہے بالکل یہ سچ کسی نے خدا کی باتیں خدا ہی جانے

ہمیں تو گویاؔ نظر جو آیا
وہ دیکھا ، سمجھا ، کہا ، سنایا

تاریخ ریختہ کلک گہر سلک استاذی مُلاذی حافظ حاجی قاضی خلیل الدین حسن صاحب المتخلص بہ حافظ وکیل وانریری مجسٹریٹ پیلی بھیت

عجیب دلچسپ مثنوی ہے ہمارے گویاؔ نے جو لکھی ہے
ہے مثنوی ہیں عجیب ندرت بیان وحدت ثبوتِ وحدت

حلولیوں کو دکھا دیا ہے ۔ کہ بندہ، بندہ، خدا، خدا ہے
قمر ہو خورشید ہو کہ ذرّہ ۔ ہر ایک میں ہے خدا کا جلوہ
ہر ایک جلوہ شہود کا ہے ۔ شہود مظہر وجود کا ہے
شہود عکسِ وجود ٹھہرا ۔ وجودِ اصل شہود ٹھہرا
تلاش تاریخ کی تھی دل کو ۔ بس اک یہی دھن لگی تھی دل کو
کہا یہ حافظ نے سن تو اے دل ۔ یہ کیا ہے دشوار کیا ہے مشکل
مزے کی تاریخ ہے، اہاہا ۔ نگار ضامن حسین گویا

۱۳۴۰ھ

تمت

عروس وحدت

عالمِ سوز و ساز میں، مہرِ کمال کون ہے؟ محفلِ حسن و ناز میں، شمع جمال کون ہے؟
آئینۂ مثال میں، محوِ خیال کون ہے؟ جلوہ گہ کمال میں، محوِ جمال کون ہے؟

کون یہ بے نقاب ہے رنگِ رخِ گلاب میں؟ کون یہ انتخاب ہے پیکرِ لاجواب میں؟
پرتوِ آفتاب ہے ساغرِ ماہتاب میں بادۂ حسنِ ناب ہے شیشۂ آفتاب میں

فرش میں ہیں پھول کیوں، یہ کون گرمِ خرامِ ناز ہے؟ غنچے میں کیا بو نہیں خموش وجہِ سکوت ساز ہے؟
پردۂ سوز و ساز سے، کوئی تو ساز باز ہے پردۂ حسن و ناز سے کوئی جنوں نواز ہے

محوِ جمال کون ہے آئینۂ ظہور میں؟ برق و شرار کون ہے جلوۂ نار و نور میں؟
جھوم رہا ہے ہر شجر کیفِ مئے طہور میں؟ وجد سے کر رہے ہیں گل کیفیتِ سرور میں؟

آئینۂ بہار میں روئے نگار دیکھیے — آئینۂ نگار میں حسنِ بہار دیکھیے
ایک ہی ہے بہارِ حسن کوئی بہار دیکھیے — ایک ہی ہے نگارِ حسن کوئی نگار دیکھیے

رنگ شفق میں کون یہ گلبنِ نو جمال ہے؟ — قوسِ قزح میں کون یہ قوس نما ہلال ہے؟
آئینۂ ہلال میں اور کوئی ہلال ہے، — آئینۂ جمال میں جلوۂ لایزال ہے!

ہالۂ ماہتاب کیا؟ "ایک ضیائے مہ جبیں" — حلقۂ آفتاب کیا؟ "ایک شعاعِ نازنیں"
پیکرِ صد حجابِ ناز؟ "ایک نگاہِ شرمگیں" — ناوکِ نازِ جانستاں؟ "ایک ادائے دلنشیں"

پیکرِ حسن صوت میں، نغمۂ دلربا ہے کون؟ — نغمہ سرا چمن چمن طائرِ خوشنوا ہے کون؟
صورتِ عندلیب میں شیونِ مبتلا ہے کون؟ — گریۂ بے نوا ہے کون؟ نالۂ نارسا ہے کون؟

ہر ذرۂ آسمان میں بھی دیکھیے کیا طلسم ہے
حدِّ نظر کے اُس طرف کوئی نیا طلسم ہے

دیکھو ہیں دور بیں نجوم دیکھنے کا طلسم ہے
جذبہ کسی جمال کا سحر ہے یا طلسم ہے

"تبسّم"

زبانِ تبسم سمجھ میں نہ آتی
ادائیں ہوئیں ترجمانِ تبسم

ہے اک شعبدہ حسنِ ناز تبسّم
طلسم محبت ہے رازِ تبسّم

ادا سے کسی شوخ کا مسکرانا
قیامت سے کیا کم ہے نازِ تبسّم

یہ کیوں وجد سا پتلیاں کر رہی ہیں
ہے کچھ دل سے در پردہ سازِ تبسّم

نہ کیوں گدگدائے جمالِ تبسّم
ہے وجہِ تبسم خیالِ تبسّم

ہے روحِ مسرت ہم آغوشِ غنچہ
کہ ہے اُن لبوں میں جمالِ تبسّم

ابھی مسکرا دے وہ محوِ تخیل — اگر دل میں سوچے مثالِ تبسم

کوئی ہم سے پوچھے کہ کیا ہی تبسم — خیالات کا آئینہ ہی تبسم
تکلف کا پردہ کشا ہی تبسم — محبت کا جلوہ نما ہی تبسم
کہیں خندۂ لب، کہیں خندۂ گل — کہیں دلکش و دلربا ہی تبسم

دکھاتا ہی دیکھو تو کیا کیا تبسم — کہ فتنہ ہی اک فتنہ زا کا تبسم
گراتا ہی جو بجلیاں برق پر بھی — وہ کیا ہی؟ کسی خوش ادا کا تبسم
تاثر کا اک آئینہ کیوں نہ کہیے — ہی جذبات کا اک سراپا تبسم

قیامت ہی جانِ ادا کا تبسم — یہ عالم ہی جلوہ نما کا تبسم

فنائے خودی، امر ممکن نہیں ہے   خودی کیا ہے؟ اک خودنما کا تبسم"
نسیمِ سحر کی یہ اٹھکھیلیاں کیا؟   فضائے چمن کیا؟ ہوا کا تبسم"

تبسم وہ معصوم کا سوتے سوتے   وہ معصوم اور پیارا پیارا تبسم
شبِ ماہ کیا؟ چاند کا مسکرانا"   یہ دن؟ مہر کا عالم آرا تبسم"
قسم ہے تمھیں مسکرادو ادا سے   ہمیں دیکھنا ہے، تمھارا تبسم

مسرت ہے ذرات کا اک تموج   تموج ہے ذراتِ دل کا تبسم
حیات؟ اِک قوائے عمل کا تناسب"   قوائے عمل؟ جان و دل کا تبسم"
بہارِ نمو؟ نامیہ کا کرشمہ"   گُرِ نامیہ؟ آب و گل کا تبسم"

تمت

۷۸۶

اشتہار

قاضی خلیل الدین حسن حافظ پیلی بھیتی کی حسب ذیل نعتیہ دیوان

قیمت ذیل پر مصنف سے طلب کیجیے

۱- نعت مقبول خدا ۔ ۲- نغمۂ روح ۔ ۳- خمخانۂ حجاز ۔ ۴- آئینۂ پیغمبر ۔ ۵- بیاض نعت

۸/ ۱۲/ ۱۲/ عہ/ عہ

۶- نغمۂ جگر دوز ۔ ۷- لذت درد ۔ ۸- میخانۂ خلد جو من بعد طبع ہوگا۔

عہ/ عہ/ عہ/

تاجرانہ رعایتی قیمت کا تصفیہ بذریعہ مراسلت کیجیے

اعلان

مثنوی اسرار ہستی ۔ ۸/ پتہ ذیل پر مصنف سے مل سکتی ہے

سید ضامن حسین گویا محلہ

احمد زئی پیلی بھیت

یا

حمیدیہ بک ڈپو